از

سید ریاست علی ندوی

یعنی

ترکی ادب کی ابتدائی تاریخ، ترکی شاعری کا آغاز، اور عہد بعہد کی ترقی، دورِ اسلامی میں سلاطینِ عثمانیہ کی سرپرستی، دورِ ثانی میں یورپ کے ادبیات سے اثر پذیری، دورِ حاضر کی ترکی شاعری اور عہد بعہد کے ممتاز و باکمال ترکی شعرا کی ایک اجمالی سرگذشت

از

سید ریاست علی ندوی

رفیق دار المصنفین، سب اڈیٹر معارف

مطبع معارف اعظم گڈھ میں طبع ہوئی

۱۳۵۱ھ
۱۹۳۳ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانان ہند جہان ترکون سے اپنی صدیون کی وابستگی کے باعث اون کے سیاسی کارنامون
کے ایک ایک حرف سے واقف ہین یہ عجیب اتفاق ہی اون کے ادبیات اور اون کی علمی ترقیون سے اوسی
درجہ بے اعتنا ہین اسی بنا پر چند سال گذرے کہ معارف جلد ۱۹ نمبر ۲ مین ایک مختصر مقالہ ترکی ادبیات کے
تین دور کے عنوان سے شائع ہوا تھا اوسی کو اس مختصر رسالہ مین حذف و اضافہ کے بعد شائع کیا جا رہا ہے
یہ رسالہ مصر کے مشہور انشا پرداز عالم شیخ محب الدین الخطیب مدیر الزہرا کے ایک بسیط مقالہ سے
ماخوذ ہے، جو اگرچہ نہایت مختصر ہے تاہم اسکی اس ترتیب مین اسی اختصار کے ساتھ ادب ترکی
کا ایک اجمالی خاکہ قلمبند ہو گیا ہی، اور قریب قریب ترکی ادب کی تاریخ کے تمام الوان
اور ہر دور کے ممتاز شعرا کا تعارف کرا دیا گیا ہی، جسمین پہلے قدیم ترکی ادب یعنی ترکون کے حلقہ بگوش
اسلام ہونے سے پیشتر کی ادبیات سے بحث کی گئی ہی، پھر ترکی ادبیات کے تین دور قائم کیے گئے ہین
جنمین پہلا دور دور اسلامی ہے یعنی وہ زمانہ جسمین ترکی شاعری عربی اور فارسی ادبیات سے متاثر ہوئی ہے
دوسرے مین اس دور سے بحث کی گئی ہے جسمین ترکی شاعری یورپ کے ادبیات سے مستفید ہوتی ہی، پھر
تیسرے دور مین موجودہ ترکی شاعری سے بحث کی گئی ہی، اور جسکو مقالہ نگار نے فرنگی تورانی ادب
سے تعبیر کیا ہی، امید ہے کہ اس موضوع پر یہ مختصر رسالہ اردو دان طبقہ مین قبولیت کی نگاہ سے دیکھا جائیگا

ترکون کی قدیم شاعری

قدیم ترکی ادبیات ترکون کا اپنے قدیم ترکی ادب کے متعلق خیال ہے کہ اوسکی تاریخ ماضی کے پردہ مین چھپ گئی، کیونکہ ترکی قوم زمانہ تاریخ سے بہت پہلے کی قوم ہے، خود تاریخ اس قدیم قومیت کے سامنے بالکل نوخیز ہے، اسی لئے اس کے دسترس سے بالاتر تھا، کہ اس قوم کے قدیم ادبیات کے متعلق کچھ لب کشائی کرسکتی.

لیکن ترکون کی یہ توجیہ صحیح نہین کیونکہ ان پر زمانہ قبل تاریخ کے بعد زمانہ تاریخ مین بھی ایسے چند دور گذرے ہین جنمین ترکی ادبیات کا تذکرہ مل سکتا تھا، چنانچہ تاریخ کے صفحات مین ان کا ایک وہ دور موجود ہے جسمین اونھون نے اسلام سے دو صدی پیشتر اتیلا، کی سرگردگی مین یورپ پر غارتگری کی، پھر ایک وہ زمانہ آیا جسمین عرب بلاد ترک کو فتح کرتے ہوئے ماورالنہر کی طرف پہنچے، پھر معتصم عباسی کے ایام خلافت سے ان کا ایک ایسا زمانہ شروع ہوتا ہے جسمین وہ اسلامی لشکرین فوجی خدمات انجام دینے لگے اور پھر وہ ہون ک ساعت آئی جب ترکون نے ہلاکوخان

کی قیادت مین اسلامی تہذیب و تمدن کا بغداد مین خاتمہ کر دیا، اور اوسی وقت سے عثمانیون کے ظہور سے بہت پہلے اون مین کی ایک جماعت نے اناطولیہ کو مستقر بنا لیا لیکن وہ ان مین سے کسی ایک دور مین بھی اپنے ترقی پذیر ادبیات کا کوئی نمونہ نہین پیش کر سکتے ،

حقیقت یہ ہے کہ جس قوم کے یہان قدیم ادبیات کا سرمایہ اس کے اسلام لانے سے پیشتر موجود تھا، اوسکو تاریخ نے اپنے صفحات مین محفوظ رکھا، جیسا کہ ایران، ہندوستان اور چین کی قدیم ادبیات کا سرمایہ محفوظ ہے، اسلئے ہمین اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیے، کہ ترک جب کوہستان الطائی اور صحرائے توران مین خانہ بدوش تھے اسوقت وہ لطیف ادبی دلچسپیون سے آشنا نہ تھے، ورنہ عرب، یونان، چین، ہندوستان اور ایران کے قدیم ادبیات کے مثل تاریخ مین اون کے قومی ادب کو بھی ضرور جگہ ملتی اس لیے ترکی ادبیات کی تاریخ بھی ان کے دور اسلامی سے شروع ہوتی ہے۔

دور اوّل اسلامی دور

ترکی لہجے | ترک صحرائے توران سے ایشیائے کوچک کی طرف دو راستون سے آئے ان مین سے ایک راستہ کاشغر، فرغانہ اور سمرقند ہوتے ہوئے ایران کو اور پھر وہان سے عراق کو جاتا ہے اور دوسرا راستہ خراسان مین ساحل جیحون کو اختیار کرکے جنوبی سواحل کی طرف بحر خزر مین ہوتے ہوئے کوہ قاف کو طے کرکے اناطولیہ کو آیا ہے، ان دونون راستون سے ترکون کے دو لہجے مشرق

اور تی ہیں، نئے پہلے راستہ سے جو لہجہ منتقل ہو کر آیا، وہ "لہجۂ خاقانیہ" کہلاتا ہے اور جو لہجہ دوسرے راستہ سے آیا، وہ "لہجۂ اوغوزیہ" کہا جاتا ہے، اور یہی دوسرا لہجہ اناطولیہ میں ترکمانوں کی زبان پر آجتک باقی ہے،

ترکوں کے قدیم شعراء

اگرچہ ترکی شاعری تمام تر اسی دوسرے "لہجۂ اوغوزیہ" میں ہے، لیکن یہ عجیب اتفاق ہے، کہ ترکی شاعری میں سب سے قدیم ترین نظمیں جو محفوظ رہ سکیں، وہ پہلے "لہجۂ خاقانیہ" میں ہیں،

احمد یسوی

یہ نظمیں ایک مشہور بزرگ احمد یسوی کی ہیں، جو ترکی صوفیہ میں طریقۂ یسویہ کے بانی کہے جاتے ہیں، اور جنکے اتباع اس وقت بھی مشرقی ترکوں میں پائے جاتے ہیں،

بہاء الدین بن مولینا جلال الدین رومی

اور انھی لہجۂ خاقانیہ کی نظموں کے بعد دوسرے "لہجۂ اوغوزیہ" میں قدیم ترین نظمیں بہاء الدین صدیقی قرشی کی ہیں جو سلطان ولد کے نام سے معروف ہیں، یہ شیخ بہاء الدین مولینا جلال الدین رومی کے صاحبزادے ہیں! اور مولینا روم کو فارسی شاعری میں جو عظمت حاصل ہے وہی اون کے صاحبزادے کو ترکی شاعری میں حاصل ہے، بلکہ شاعری کا موضوع بھی دونوں کا ایک ہی ہے، چنانچہ شیخ بہاء الدین اور احمد یسوی کی نظموں کا موضوع بھی زہد و اتقا اور دیگر معانی تصوف ہی،

یونس امرہ

دنیا کی تمام قوموں کی ادبیات میں شعراء کا ایک ایسا خاص طبقہ بھی ہوتا ہے، جو عوام کے لہجہ میں اون کی عام ذہنیت کے مطابق اظہار خیال کرتا ہے، چنانچہ ترکوں کے قدیم شعراء میں بھی یہ طبقہ موجود ہے، جس کا سرخیل ایک شخص یونس امرہ نامی سمجھا جاتا ہے، یونس آج سے

سات صدی پیشتر شہر بولی کے قرب وجوار مین خانہ بدوش پھرا کرتا تھا، اوسکی شاعری کا لب لباب ترغیب و ترہیب ہے اور اسی رنگ مین کائناتِ عالم کی عظمت و شان سے باری تعالی کی عظمت و بزرگی پر استدلال کرتا ہے،

قدیم شعرائے ترکون کو شکایت

نوجوان ترکون کو اپنے شعراے متقدمین خصوصًا مولینا جلال الدین رومی کے صاحبزادے سے عام شکایت ہے، کہ وہ اظہارِ مطالب مین عربی و فارسی زبانون سے استمداد کرتے تھے،

نوجوان ترکون کے اس الزام پر آیندہ چل کر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالی جائیگی، لیکن یہان اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے، کہ اگر شعرائے متقدمین صرف ترکی زبان مین اظہارِ خیال کرتے وقت صرف ترکی الفاظ پر قناعت کرتے، تو اون کے کلام مین سطحی خیالات کے سوا، اور وہ بھی نہایت غیر موثر طور پر، کوئی شے نظر نہین آتی، چنانچہ یونس امرہ کی مثال موجود ہے، اوسکی شاعری مین صرف ترکی زبان کے الفاظ ہین اور اوس نے شاید عمدًا اسی مین اپنی شاعری محدود رکھی، اسی بنا پر نہ اوسکی شاعری مین کوئی سلاست وروانی موجود ہے، اور نہ جذبات مین پاکیزگی اور بلند خیالی پائی جاتی ہے، کیونکہ وہ صرف ترکی زبان کے الفاظ پر قناعت کرنے کے باعث بہت سے بلند خیالات اور پاکیزہ جذبات کے ادا کرنے سے قاصر رہا، جو خود اوسکی شاعری سے صاف طور پر عیان ہوتا ہے،

ترکی زبان کے سلاطین کا اعتبار اور ترکی بطور سرکاری زبان کے

جس شخص نے مشرق ادنیٰ مین ترکی زبان کو سب سے پہلی مرتبہ سرکاری زبان کے مرتبہ پر پہنچایا، وہ امیر قرمان ہے جو سلجوقیون کے بعد قونیہ کا والی تھا، قرمان کا باپ ایک ارمنی نژاد تھا، جو بعد مین اسلام لایا، اور زہد و تقویٰ مین اس درجہ مشہور ہوا، کہ اوس کا نام ہی شیخ نورالدین صوفی مشہور ہو گیا، شیخ موصوف کو ترکی قوم کے درمیان خاص منزلت حاصل تھی، اس لئے جب ان کا لڑکا امارت پر سرفراز ہوا تو اوس کے باپ کی وجہ سے قوم مین اوسکو غیر معمولی ہر دلعزیزی حاصل ہوئی، اسی لئے لوگ اوسکے امتثال امر کے لئے ہمیشہ تیار رہتے، اور اوسکی جانب سے جو تحریک اوٹھتی، اوس کا گرم جوشی سے خیر مقدم کرتے،

چنانچہ جب اوس نے ترکی زبان کو سرکاری زبان قرار دیا، تو کسی طرف سے مخالفت کی کوئی صدا بلند نہین ہوئی، بلکہ تعمیل فرمان مین یہ زبان بہت جلد حکومت کے تمام صیغون مین رائج ہو گئی، اس سے پہلے فارسی زبان حکومت کی سرکاری زبان، اور عربی دینی اور علمی زبان تھی، لیکن جب ترکی زبان کے ساتھ یہ اعتنا کیا گیا، تو اوس نے تیزی سے ارتقائی منزلین طے کرنا شروع کین، اور انھین دونون زبانون عربی و فارسی کے سایہ مین پھولنے پھلنے لگی، اور رفتہ رفتہ اوس نے انھی دونون باغون کے گلہائے رنگارنگ سے اپنے دامن کو اس قدر مالا مال کر دیا کہ سرکاری، علمی اور دینی ہر قسم کی ضرورتون مین استعمال ہونے لگی،

دور عثمانی اور عثمانی ترکی

اس کے بعد جب عثمانیون کا دور آیا تو اونھون نے ایک ایسے انداز مین

اوسکی پرورش شروع کی کہ وہ دنیائے ادب مین ایک خاص نام "عثمانی ترکی" سے روشناس ہوئی، یہ زبان "عثمانی ترکی" اصل مین فارسی و عربی الفاظ کے ساتھ زبان ترکی کے افعال اسما اور حروف کی ترکیب سے پیدا ہوئی، اور مختلف اجتماعی دورون کے اختلاف اور ضروریاتِ شعر کے لحاظ سے مختلف زبانون مین کسی قدر ایک دوسرے دور سے مختلف رہی،

ترکی ادبیات فرمانروایانِ عثمانیہ مین سے اوائل کے سلاطین کی مربونِ منت نہین، کیونکہ ان مین عثمان اول اور ارخان اول تو بالکل امی تھے، وہ کوئی خدمت نہ کرسکے، اور ان دونون کے درمیان مین جو فرمانروا گذرے وہ ایک محدود رقبہ پر حکمران تھے، اور ان کے سیاسی حالات ایسے نہ تھے کہ وہ بھی ترکی ادبیات کی کوئی قابلِ ذکر خدمت انجام دے سکتے، یہان تک کہ بایزید اول کا دور آیا اور دولتِ عثمانیہ مین ایک نئے دور کا آغاز ہوا، عثمانیون مین سب سے پہلے اوسی نے سلطان کا لقب اختیار کیا، اور نہایت شاندار اور پرشوکت محلون کو اقامت گاہ بنایا، اور پھر جب محمد فاتح، سلیم اور سلیمان کا زمانہ آیا، تو اونھون نے حکومت بزنطی اور شاہانِ مصر کے متروکات سے بہرہ اندوز ہوکر دولتِ عثمانیہ کی جلالت وشان کو معراجِ کمال پر پہنچایا،

دولتِ عثمانیہ کے مختلف دورون اور سلاطین عثمانیہ کی اس شان وشوکت کے تذکرہ سے اس موقع پر یہ دکھانا مقصود ہے، کہ انھی فلک بوس شاہی محلات نے ترکی ادبیات کی نشو ونما مین بڑی معاونت کی ہے، لیکن آج کے سادہ لوح نوجوانانِ ترک، ترکی ادبیات کے اس

دور پر اس لیے معترض ہیں کہ وہ فقط لفظی صناعتوں پر قائم ہے اور اوس نے دین اسلام اور فارسی ادبیات کی تقلید کی خاطر ترکی قومیت کی روح کو فنا کر دیا، اور یہ ترکی ادبیات کا ایسا شخصیت پسند دور ہے، جس کا مطالعہ صرف اس عقیدہ تک رہنمائی کرتا ہے، کہ جو کچھ ہے وہ شاہی محلات ہیں "

لیکن نوجوان ترک میں جو فہمیدہ و سنجیدہ طبقہ ہے اور جو تحریک قومیت کا بھی سب سے بڑا شیدائی ہے، وہ خوب سمجھتا ہے، کہ ترکی ادبیات کے اس دور کو چھوڑ دینے کے بعد ان کے ہاتھوں میں کیا رہ جاتا ہے۔؟ کیونکہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ دور اسلامی سے پیشتر ترکی ادبیات کا صفحہ محض سادہ ہے، اس لئے اوس کی شاندار تاریخ انھی شاہی محلات کے شعراء کے ادبی سرمایہ سے شروع ہوتی ہے، اس لئے اگر ہمارے نوجوان ترکوں نے اس دور کو نظر انداز کر دیا تو پھر ان نے قومی ادبیات کی تاریخ اس پچھلے دور سے متجاوز نہ ہو گی، جب کہ ترکی ادبیات یورپ کی ادبیات سے متاثر ہوتی ہے،

چنانچہ ترکوں کے مایۂ ناز ادیب اسمٰعیل حبیب نے ایک کتاب "ترکی ادبیات کی جدید تاریخ" لکھی ہے جس کو وزارت معارف ترکی نے ۱۹۲۶ء میں خاص اہتمام سے شایع کیا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں :-

" ادب عثمانی پر یہ باطل خیال آرائیاں صحیح نہیں ہیں، کیونکہ جو ادب چھ صدی

تک زندہ رہ چکا ہو، وہ ایک لازوال ادب ہے ہم اوسکو کسی طرح بھی اس ادعا کے ساتھ مبتذل نہیں کہہ سکتے، کہ وہ ایک مصنوعی لٹریچر ہے، یا وہ محض تقلید و تتبع کا ثمرہ ہے، قوم کا ادب اوسکی زندگی کا آئینہ ہے اگر وہ مصنوعی ہے تو اوسکی ترکیب بھی اس قوم کی اجتماعی زندگی کے مناظر کی تصویر ہوگی، اور یہ ممکن نہیں کہ قوموں کی اجتماعی زندگی ایسی ہو اور حقیقت یہی ہے کہ کوئی ادب چھ سو صدی تک اوس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتا جب تک کہ اسمین زندگی کے عناصر موجود ہوں،

اور اگر اس پر تصنع و نمایش کا غلبہ ہو، اگر اوسکی حیثیت ایک اسلامی یا صوفیانہ ادب کی ہے، تو بھی ہم اوس وقت تک اوسکو علحدہ نہیں کر سکتے جب تک اسلام و تصوف اس قوم کی اجتماعی زندگی میں موجود ہیں، اور درحقیقت کسی ادب کو مصنوعی صرف اس وقت کہا جا سکتا ہے جب کہ وہ اس قوم کی اجتماعی زندگی کی ترجمانی نہ کرتا ہو اور جب وہ ہماری پچھلی تاریخ کی تصویر ہے، تو اوسکی اچھائی اور برائی کا الزام تاریخ پر ہے، نہ کہ ان ادبیات پر، اس سلسلہ میں اصل غلطی جو ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس عہد کو دور حاضر کے خیالات و معتقدات کی عینک سے دیکھتے ہیں؛ اور اسی لحاظ سے اس پر خیال آرائیاں کرتے ہیں، حالانکہ ہمیں اُس زمانہ پر اوسی زمانہ کی ضروریات و مقتضیات کے لحاظ سے نظر ڈالنی چاہیے[1]

---

[1] ترکی ادبیات کی جدید تاریخ صفحہ ۳۲،

قدیم شعرا کا احسان ترکی زبان پر

اسی طرح مؤلف کو یہ بھی اعتراف ہے، کہ جب تک ترکی زبان پر اسلامی شعراء کے طرز بیان کی صیقل گری نہیں ہوئی وہ بہت سے خیالات کے ادا کرنے سے قاصر تھی، اور ان اسلامی شعراء کے لئے یہ بہت آسان ہے، کہ وہ اپنے پاکیزہ خیالات فارسی زبان مین باآسانی ادا کر لیتے، لیکن اس کے باوجود ان لوگون نے اپنے خیالات کی ترجمانی کے لئے ترکی زبان کو ترجیح دیا، چنانچہ شیخ محمد بن سلیمان بغدادی۱۵ نے جو ترکی نظم و نثر پر خاص قدرت رکھتے تھے، اوسکی طرف اشارہ بھی کیا ہے، اور اسی کے ساتھ ان شعراے متقدمین کے کلام سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ ان لوگون نے عربی و فارسی سے وہین استعانت کی ہے، جن مواقع پر وہ ترکی کی کم مایگی اور بے بضاعتی کے باعث مطالب کے ادا کرنے مین قاصر رہے ہین،

اور اسی سلسلہ مین ایک امر سب سے زیادہ پر لطف اور اوسکے ساتھ کسی قدر افسوسناک یہ ہے کہ آج

---

۱۵ یہ ترکی ادبیات کی تاریخ مین "فضولی" کے نام سے معروف ہین، عراق کے شہر مین پیدا ہوئے، بغداد مین نشو و نما پائی، فارسی و ترکی ادب مین خاص تبحر تھا، جب سنہ ۹۴۰ھ مین سلطان سلیمان قانونی کی فوج نے صفویون سے بغداد کو چھین لیا، تو محمد بن سلیمان بعض امرائے حکومت کی خدمت مین باریاب ہوئے اور اون کو بغداد کے اوقاف مین سے کچھ وظیفہ مل گیا، لیکن بعد مین منتظمین اوقاف نے کچھ برا سلوک کیا، اور اوسکی شکایت سلطان کے آستانہ تک پہنچی، ان کا شمار ترکی شعراء کے طبقہ اول مین کیا جاتا ہے، ان کے سنہ وفات مین اختلاف ہے، صاحب کشف الظنون کی روایت کے مطابق سنہ ۹۶۳ھ مین وفات پائی، اور صاحب قاموس الاعلام نے سنہ ۹۷۰ھ بتایا ہے اور محمد جلال بک کے بیان کے موجب سنہ ۹۷۱ھ ہے،

جو جماعت اپنے اسلاف کو عربی و فارسی الفاظ کے استعمال پر مورد طعن و طنز بنائے ہوئے ہے اس وقت وہی جماعت نہایت فخر و انبساط سے ترکی زبان میں یورپ کی زبانون کے الفاظ کو بکثرت رواج دے رہی ہے، کیا اون اسلاف کی مساعی جمیلہ کا جنھون نے ترکی کو سہل ترین ادبی زبان بنایا، اور اسی زبان میں شاعری کی، یہی صلہ ہے ؟

ترکی صرف و نحو کا انضباط — نوجوانان ترک آج ترکی زبان پر عربی زبان کے اثرات سے چین بجبین ہیں لیکن وہ اس سے بخوبی آگاہ ہین، کہ ترکی زبان کے اصول و قواعد سب سے پہلے انھین عربون نے وضع کئے، ابوحیان اندلسی کی کتاب "الادراک الی لسان الاتراک" ترکی صرف و نحو پر اب بھی موجود ہے، جو سلطان عبدالحمید کے زمانے مین قسطنطنیہ مین طبع ہوئی تھی اسی طرح شریف جمال الدین احمد بن مہنا صاحب کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب کی کتاب حلیۃ الانسان و حلبۃ اللسان فی ایرانیون ترکون اور مغلون کے لغت مین ہے یہ بھی اتحادیون کے زمانہ مین قسطنطنیہ مین طبع ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود آج ترکی زبان پر عربی اثرات کو ترکی زبان کے لئے ایک بدنما داغ سمجھا جاتا ہے،

دور اسلامی کے ممتاز شعراء — اسمٰعیل حبیب بک نے دور اسلامی کے ممتاز و چیدہ شعراء پر نہایت بلیغ الفاظ مین رائے زنی کی ہے چنانچہ ذیل کے چند ممتاز شعراء پر ایک ایک دو دو جملون مین حسب ذیل تبصرہ کیا گیا ہے، اس سے اون کی شاعری اور ترکی ادب مین ان کے پایہ کا

پتہ چلتا ہے،

محمد بن سلیمان بغدادی — محمد بن سلیمان بغدادی کے متعلق جسکا تذکرہ ابھی گذرا ہے، لکھتے ہین:- وہ جذبات رنج وغم کا ایک بہترین مصور ہے"،

باقی — ایک دوسرے شاعر باقی (۹۳۲ھ-۱۰۰۸ھ) کے متعلق جو علمی ترکیب کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچا تھا، کہتے ہین، "اوس نے اپنی شاعری سے لوگون مین احساس غیرت اور عیب بینی کا جوہر پیدا کیا"،

نفعی — نفعی شاعرہ کے متعلق جو سلطان مراد رابع (۱۰۳۲ھ-۱۰۴۹ھ) کی ندیم خاص تھی یون اظہار خیال کیا: "وہ ایسی آتشبار تھی جسمین شان وعظمت کی موجین متلاطم رہتی تھین"،

ندیم — ندیم کے متعلق جو بارہوین صدی کا ترکی شاعر ہے، لکھتے ہین "اوسکی شاعری مین نشاط وطرب کی روح حالت وجد تک پہنچ گئی تھی"،

شیخ غالب — اور شیخ غالب مولوی (۱۱۷۱ھ-۱۲۱۳ھ) کی شاعری کے متعلق ان الفاظ مین اظہار خیال کیا ہے۔ کہ "اوسکی شاعری مین رنگ برنگ کے خیالات کی جھلک پیدا ہوتی ہے"[1]،

دور اسلامی کے یہی چند ممتاز ترین شعرا ہین،

ادب ترکی پر یورپ کی بیداری کا اثر اور دور اسلامی کا زوال — یورپ کی عام بیداری صنعت وحرفت علم وفن، اور آداب ومعاشرت مین اوسکی عہد بہ عہد کی ترقی اور ادھر ترکی ادبیات مین دور اسلامی

[1] ترکی ادبیات کی جدید تاریخ ص ۲۱۱،

کا انحطاط دونون بیک وقت شروع ہوے، کیونکہ ادب قومون کی زندگی کا آئینہ ہوتا ہے اس لیے جس دور مین اس کے جو خط و خال ہون گے، وہی اس مین نمایان ہوتے ہین، یورپ کی حیرت انگیز ترقی نے ترکون کی نگاہین خیرہ کردین اسلئے رفتہ رفتہ انکی دلچسپیان ان تمام چیزون سے ختم ہوگئین جنمین قدامت کا کوئی ادنیٰ شائبہ موجود تھا،

لیکن اس کا خطرناک اثر یہ مرتب ہوا کہ سرے سے ترکی شعر و شاعری ماند پڑگئی اور قریب تھا کہ ترکی ادبیات کا سلسلہ منقطع ہو جاے، سلطان سلیم ثالث نے ۱۲۰۷ھ مین اس خطرہ کو محسوس کرکے اصلاح کی کوشش کی، اور اعیانِ حکومت کو طلب کرکے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور شعرا کو اپنا دلچسپ مشغلہ جاری کرنے کی ترغیب دی لیکن یہ جدوجہد یورپ کی طرف ترکون کے بڑھتے ہوے شوق اور میلان کا سدِ باب نہ کرسکی، اور نہ شاعری مین کوئی زندگی پیدا ہوئی اسلیے سلطان محمود ثانی نے ۱۲۴۳ھ مین ایک دوسری تدبیر اختیار کی اور نوجوانانِ ترک کو یورپ کی نظمون کو ترکی مین منتقل کرنیکی طرف مائل کیا، اور رفتہ رفتہ ۱۲۵۵ھ تک یہ تحریک حکومت عثمانیہ کا ایک خاص مشن بن گئی،

دورِ ثانی یورپ کے ادبیات سے اثر پذیری

ترکی ادبیات کی ترقی کے لیے فرمان سلطانی

چنانچہ سلطان عبد المجید نے مصطفےٰ رشید پاشا صدر اعظم کی مساعی جمیلہ سے نوجوانانِ ترک کے درمیان فرمانِ سلطانی کے ذریعہ اس تحریک کی عام

اشاعت کی، کہ وہ یورپ کی بہتر نظمین ترکی زبان مین منتقل کرین جسمین خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی اور اسی فرمان سلطانی سے ترکی ادبیات کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے، جسمین نوجوانان ترک یورپ کی ادبی دنیا کی طرف مائل ہوتے ہین،

رشید پاشا ترکی ادبیات کے احیاء کا یہ کام اس وقت شروع ہوا جب کہ رشید پاشا (۱۲۱۴ سنہ ۱۲۷۴ سنہ) ترکی مین سیاسی انقلاب کے علمبردار تھے، رشید پاشا خود اس تحریک کے زبردست حامی تھے لیکن ان کے سیاسی مشاغل اونھین اتنی فرصت نہ دیسکتے تھے، کہ وہ ادبی انقلاب کا علم بھی اپنے ہی ہاتھ مین رکھین،

عاکف پاشا اس لئے عاکف پاشا (۱۲۰۴ سنہ ۱۲۶۱ سنہ) نے یہ تحریک اپنے ہاتھ مین لی اور اپنی بہترین مساعی سے ادبی دنیا مین بہت جلد انقلاب برپا کردیا، چنانچہ ترکون کے مایۂ ناز ادیب نامق کمال بک نے ۱۲۸۳ سنہ مین ایک مقالہ "تصویر افکار" مین یہ حقیقت آشکارا کی ہے،

شناسی آفندی عاکف پاشا کے بعد مشہور نوجوان شناسی آفندی (۱۲۴۲ سنہ ۱۲۸۸ سنہ) کا جنھون نے ترکی ادبیات کا قالب بدلا، نام آتا ہے، ترکی ادب کے طرز تحریر اور اسلوب بیان مین انقلاب پیدا کرنے کا سہرا انھین کے سر ہے، اونھون نے بچپن مین موسیو شاتانوف سے فرانسیسی زبان سیکھی تھی، پھر اقتصادیات کی تعلیم کے لئے یورپ سے ہوآئے تھے وہان اون کو فرانسیسی شعرا، سے ملنے کا کافی اتفاق ہوا تھا، اور خصوصاً مستشرق دی ساسی اور ارنسٹ رینان سے خاص تقرب

حاصل تھا اس لئے یورپ کی ادبی ترقیون اور ادبی اسلوب پر ترکی ادب کی جدید ضروریات سے بخوبی آگاہ تھے اور اوسی طرز پر ترکی ادبیات کو لانا چاہتے تھے لیکن افسوس ہے کہ یہ تحصیل علم کے بعد عملی زندگی مین زیادہ تر سیاسیات سے وابستہ رہے، مگر اس کے باوجود اپنے رسالہ "ترجمانِ احوال" اور پھر "تصویر افکار" کے ذریعہ اونھون نے ترکی زبان کی نمایان خدمت انجام دی، اور اسلوبِ زبان مین اصلاح کرنے کے ساتھ زبان کو مہمل بدایع اور لفظی الٹ پھیر سے نجات دلائی"

تلامذہ شناسی باوجودیکہ انکی مساعی سے ترکی زبان کو گرانقدر فوائد حاصل ہوئے اور اونھون نے طرز تحریر اور اسلوب بیان کی ایک خاص بنیاد قائم کی لیکن افسوس ہے کہ اپنے اصول مین ایک حد تک کچھ متجاوز ہو گئے، جیسا کہ ہر تحریک کے بانی اول سے سرزد ہوتا ہے، مگر پھر اس کا احساس بہت جلد خود ان کے ارشد تلامذہ نامق کمال بک، عبدالحمید ضیا پاشا، محمود اکرم بک اور عبدالحق حامد کو ہو گیا اس لئے ان لوگون نے اور ان کے بعد خالد، ضیا، توفیق، فکرت، اور جناب شہاب الدین وغیرہ نے اپنے پیشرو کی کامل تقلید کرنے کے بجائے ایک درمیانی راہ اختیار کی اور اسی پر گامزن ہوئے،

ضیا پاشا چنانچہ ان کے مخلص دوست اور لائق شاگرد ضیا پاشا (۱۲۴۳ھ - ۱۲۹۰ھ) نے ترکی طرز تحریر کے قدیم اسلوب کو لیے ہوئے، بغیر کسی "تحریک اصلاح وادعائے تجدد" کے نہایت متانت آمیز طریقہ سے جدید اسلوب کو اختیار کیا جس کی اکثر تذکرہ نویسون نے نہایت

مدح و توصیف کی ہے،

ترکی ادبیات کے اساطین اربعہ

اسمٰعیل حبیب کی رائے ہے کہ ترکی ادب کے اس جدید دور کے اساطین اربعہ عاکف پاشا، ادہم پرتو پاشا، شناسی آفندی، اور ضیا پاشا ہیں، ان میں سے عاکف اور ادہم کا شمار ترکی شاعری کا قالب بدلنے والوں میں ہے، شناسی اگرچہ کوئی بہترین شاعر اور جادو نگار انشاپرداز نہیں لیکن اس نے ان دونوں کے مقصد کی تکمیل کرتے ہوئے ایک سادہ سلیس انشاپردازی اور ادبی صحافت کے ایک اعلےٰ نمونہ کی بنا ڈالی، اور ضیا پاشا نے ایسے قدیم اسلوب میں شاعری کی جو دور حاضر کے مطابق تھی،

دور حاضر

نامق کمال بیگ

اور جب جدید ادبیات کی صبحِ سعادت طلوع ہو چکی، تو ایک بہترین انشاپرداز نامق کمال (۱۲۵۶ھ–۱۳۰۶ھ) پیدا ہوا، اور اسی سے دور حاضر کی ابتدا ہوتی ہے، اس نے شناسی کی پیروی کرتے ہوئے، اسکی ادبی سطح سے اپنی نظم و نثر کو بلند تر کیا، اور نیز اوسکے اسلوب میں جو کمزوریاں اور زیادتیاں تھیں، ان کی اصلاح بھی کی اس لئے اس کا ایک خاص اسلوب بیان پیدا ہو گیا جسکی پاکیزگی و ندرت کے باعث اوسکی شاعری بہت زیادہ مقبول انام ہوئی،

اکرم

نامق کمال کے نام کے ساتھ ہی اکرم اور حامد کے نام یاد آتے ہیں، اکرم (۱۲۶۳ھ–۱۳۳۱ھ) اگرچہ نامق کمال کی طرح شیریں بیان نہیں اور نہ حامد کے مثل اوسکے شاعرانہ خیالات ہیں لیکن آئین

شک نہین کہ وہ سلامت ذوق صحت زبان، اور اسلوب بیان کی سلاست کے لحاظ سے خاص امتیاز رکھتا ہے،

عبدالحق حامد دور حاضر مین ترکون کے درمیان عبدالحق حامد بک (المولود ۱۲۶۸ھ) شاعری مین سب سے بڑا استاد تسلیم کیا جاتا ہے، اس کے متعلق اسمٰعیل حبیب بک کی رائے ہے، کہ اس کی شاعری مین ترکی ادبیات کے دور اوّل کے شعرا کے کلام کا پرتو نہایت صحیح انداز مین موجود ہے، ایرانی شعرا مین سے حافظ شیرازی، سعدی، فردوسی اور خیام، پھر دوسری طرف یورپ کے شعرا مین سے کورنی، راسین، ہیگو اور شکسپیر کے کلام کی روح موجود ہے"

ممکن ہو ان توصیفی الفاظ مین مبالغہ کی جھلک نظر آئے لیکن چونکہ ترکون کے ادبیات کی قدیم و جدید تاریخ مین حامد کا کوئی نظیر موجود نہین، اس لئے وہ اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ کہنے کا حق رکھتے ہین، مگر اس سے انکار نہین کیا جا سکتا ہے، کہ اوس نے ترکی شاعری مین جدید خیالات کی ترجمانی بہترین اسلوب بیان اور سلیس بندش مین کی اور اوس کے ہمعصر اور بعد کے تمام شعرا نے اس کی اتباع کی کوشش کی، اور ان مین سے اکثر کامیاب ثابت ہوئے، حقیقت یہ ہے کہ حامد کے متعلق جو کچھ لکھا جا سکتا تھا، اسوقت سے آج تک اوسکی حیثیت ایک امام فن کی رہی ہے، اور غالباً آیندہ شعرا بھی اسی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرین گے، اسی لئے ترکی ادبیات کی تاریخ مین اوسکو سب سے نمایان جگہ ملی چنانچہ اسمٰعیل حبیب کی کتاب کی

ضخامت ۷۹۰ صفحے ہی جنہین سے ۱۱۵ صفحے صرف حامد کے لئے مخصوص ہین، اور کہا جاتا ہی کہ پھر بھی بحث تشنہ ہے اور یہی خیال عام طور پر قائم ہے، کہ حامد کے متعلق جو کچھ لکھا جا سکتا تھا اسمٰعیل حبیب نے اسکا عشر عشیر بھی نہین لکھا،

نئی ترکی زبان

اب ادھر سال دو سال سے ترکی زبان نے ایک نیا قالب اختیار کیا ہے اس زبان پر عربی و فارسی کے اثرات مٹانیکی تحریک زیادہ بار آور ہوئی، اور ترکی کی جدید حکومت جمہوریت نے اسکو ایک قومی سوال کے رنگ مین قبول کر لیا، اور گذشتہ سال ترکی پارلیمنٹ نے عربی ترکی کے سوال کا آخری فیصلہ صادر کر دیا اور اسکو اپنے قدیم عربی رسم خط سے محروم کر کے جدید (لاطینی) رسم خط مین منتقل کر دیا، اوسی کے ساتھ عربی زبان کے الفاظ کے بجائے قدیم اصل ترکی الفاظ وضع ہو رہے ہین، اور ابھی چند دن گذرے کہ ترکی زبان کے اکابر کی ایک مجلس قسطنطنیہ مین بیٹھی تھی جس نے ملک کا دورہ کر کے ایسے الفاظ جمع کرنے کی سفارش کی جو ترکون کی عام بول چال مین داخل ہین، اس وقت ترکی زبان مین صرف چالیس ہزار الفاظ ہین، جنہین عربی و فارسی کے الفاظ بھی شامل ہین، اب خیال ہے کہ اونکی تعداد نوے ہزار ہو جائے گی، جو فرانسیسی لغت کی آخری تعداد ہے، یہ نئے ترکی الفاظ مرکزی مجلس لسانیہ کے سامنے قسطنطنیہ مین پیش ہون گے، جو انھین منتخب کر کے ملک مین شائع کریگی، تجویز ہے کہ ان نئے الفاظ کو دلچسپ اور مقبول عام نظمون کے ذریعہ رائج کیا جائے اس لئے جدید ترکی ادب کو بھی ایک نیا ماحول درپیش ہے،

سید ریاست علی ندوی

۱۴ر فروری ۱۹۳۳ء

تاریخ صقلیہ

(جلد اوّل)

از مولوی سید ریاست علی صاحب ندوی

مسلمانون نے سسلی پر ڈھائی سو برس تک حکومت کی اور اسپین کیطرح اسکو بھی اسلامی خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا، اور تقریباً پانچسو برس تک اس سے وابستہ رہے، مگر افسوس ہے کہ اس کی کوئی تاریخ اردو، انگریزی مین تو کیا، عربی مین بھی موجود نہ تھی، چھ سات برس کی مسلسل محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد دو ضخیم جلدون مین اسکی تاریخ مرتب کیگئی ہے، جنمین سے پہلی جلد اشاعت ہوگئی ہے، جو سیاسی سرگذشت پر مشتمل ہے، اس مین صقلیہ کے جغرافی حالات سسلی، اٹلی اور جزائر سسلی پر اسلامی حملون کی ابتدا، اسلامی حکومت کا قیام، عہد بعہد کے دورون کا عروج، اسلامی حکومت کے خاتمہ اور صقلیہ و جزائر صقلیہ مین مسلمانون کے مصائب اور جلاوطنی کا تفصیلی مرقع دکھایا گیا ہے، ضخامت مجموعی ۵۴۶ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلیٰ، قیمت:- للعہ،

تاریخ مذاہب اربعہ

یہ مؤلف تاریخ صقلیہ کا ایک دوسرا مختصر رسالہ ہے جسمین چارون مذہبون حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کی ابتدا و ارتقا، و خصوصیات مختلف اسلامی ملکون مین نشر و اشاعت، اور ان کے متبعین کے ایک دوسرے سے تعلقات، اور موجودہ زمانہ مین مختلف اسلامی ملکون مین انکے متبعین کا نقشہ جدا جدا دکھایا گیا ہے، یہ رسالہ زیر طبع ہے، مہینہ دو مہینہ مین اشاعت پائیگا،

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ

(طابع:- "محمد اویس وارثی")